اسلامی حکومت

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے

شعبۂ نشر و اشاعت

تنظیمُ الاخوان پاکستان

۴۸ - شاہراہِ قائداعظم لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی حکومت

افراد کی طرح قوموں پر بھی بچپن۔ جوانی اور بڑھاپا آیا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے قرآنِ کریم میں مختلف اقوام کے حالات بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ بنی اسرائیل کے حالات میں ان ادوار کا تفصیل سے ذِکر فرمایا ہے۔

قوموں کی بقا اور ترقی کا انحصار اُس یقین اور لگن اور جذبۂ ایثار پر ہے۔ جو انہیں اپنے بنیادی نظریات اور فکری سرمایہ کے ساتھ ہوتا ہے یہ جذبہ جوں جوں کم ہوتا ہے قومیں بے عملی اور بدعملی کا شکار ہو جاتی ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں انحطاط اور زوال آجاتا ہے۔ جب قومیں اس حالت پر پہنچ جائیں تو اُن میں ایک خاص وصف پیدا ہو جاتا ہے جسے احساسِ کمتری کہتے ہیں پھر انہیں اپنا ہر سرمایہ فکری اور عملی گھٹیا محسوس ہونے لگتا ہے اور طبائع اس سے متنفر ہو جاتی ہیں۔ اور دُوسروں کی ظاہری چمک پر ہزار جان سے فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔

مُسلمانوں نے جب اپنی ایمانی قدروں سے غفلت کا رویہ اختیار کیا تو بے عملی کا شکار ہونے اور احساسِ کمتری ان پر غالب آگیا۔ حتیٰ کہ مغربی اقوام کی غُلامی پر رضامند ہو گئے مسلسل سیاسی غُلامی کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ذہنی غلامی ان کے لیے پیرِ تسمہ پا ثابت ہُوئی۔ جہاں کہیں اُنہیں سیاسی آزادی مِلی ہے وہاں بھی ابھی تک ذہنی غلامی کے بندھن سے آزاد نہیں ہو سکے۔ اپنے مُلک کا حال یہ ہے کہ سیاسی طور پر آزاد ہونے کے باوجود ذہنی طور پر اور تہذیب و تمدّن کے اعتبار سے ہم دورِ غلامی سے کہیں بڑھ کر غلام بنتے جا رہے ہیں ہم اپنی تاریخ سے اپنی روایات سے اپنی تہذیب سے اپنی زبان سے عملاً متنفر ہیں

حتیٰ کہ مسلمان کہلاتے ہوئے اسلام سے عار محسوس کرتے ہیں کفر کے مراکز میں جا کر ہمارے حکمران اور لیڈر برملا اسلام سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔

اس احساسِ کمتری کا ایک دردناک پہلو یہ ہے کہ مغرب سے کوئی نیا نظریہ آئے ہم لپک کر اُسے ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اسلام سے اس کی تائید کرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ طرزِ حکومت کو لیجئے مغرب میں جمہوریّت کا شور اُٹھا۔ ہم نے خواہ عوام ہو یا خاص، مسٹر ہوں یا مُلّا مغرب کی سُر میں سُر ملا کر یہ کہنا اور اعلان کرنا شروع کر دیا کہ اسلام جمہوریت کی تائید ہی نہیں کرتا بلکہ اسلام عین جمہوریّت ہے حالانکہ جو جمہوریّت تحفہ کے طور پر ہمیں مغرب سے ملی اسلام سے اسکا دُور کا واسطہ بھی نہیں (اسلام کیا یہ جمہوریت ایسی بلا ہے کہ اس کا عقلِ سلیم اور انسانیت سے بھی کوئی تعلق نہیں بلکہ ان ضد ہے) لیکن ہمارے لیڈر بھی اور علماء و صلحا بھی یہی راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں ہم جمہوریت کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیّار ہیں) "اسلام اور جمہوریت" کے عنوان سے ایک مقالہ ماہنامہ المرشد اپریل ۱۹۹۰ء طبع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ فرما لیجئے۔

لوگ کہتے کہ اِسلام اگر جمہوریّت نہیں تو اسلامی حکومت کی حقیقت کیا ہے اس کے خدوخال کیا ہیں۔ یہ سوال کرنے والے گویا اس سے بالکل بے خبر ہیں کہ اسلامی حکومت کے نام سے کوئی شے دُنیا میں کبھی موجود تھی۔ اور اس کی کوئی مخصوص صُورت اور کوئی خاص تقاضے بھی تھے۔

آئیے اسلامی حکومت کی ترکیب اور اس کے خواص پر بھی نظر ڈالیں۔

پہلے یہ دیکھیں کہ لفظ حکومت کا مفہوم کیا ہے۔ اگر حکومت کا معنیٰ اپنی پسند اور مرضی کو دُوسروں پر مسلّط کرنا ہے تو اس معنی میں اِسلام کی تعلیمات میں مخلوق کے لیے حکومت کا سرے سے تصوّر ہی موجود نہیں۔ انسان کو اشرف المخلوقات تسلیم کیا جاتا ہے اور اِنسان کی تخلیق کا مقصد خالقِ اِنسان نے بتایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ:

یعنی انسان کرۂ ارض پر اللہ کا خلیفہ یا نائب ہے۔ اور نائب کا یہ منصب ہی نہیں اور اس کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ اپنی مرضی یا پسند دُوسروں پر مسلّط کرے نائب کا کام صرف اتنا ہے کہ وُہ مناب یعنی جس کا وُہ نائب ہے اس کی مرضی اور اس کی پسند اسکی سلطنت میں نافذ کرے۔ پس اسلامی حکومت سے مُراد اسلام کی حکومت ہوگی۔ جسے انسان ایک خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے انسانوں پر نافذ کرے گا۔ اور اسلام نام ہے اللہ کی پسند کا اِنَّ الدِّینَ عِندَ اللّٰہِ الْاِسْلَام ۔ اللہ کے نزدیک انسانوں کے لیے پسندیدہ طرزِ زندگی کا نام اسلام ہے جو لوگ اس طرزِ زندگی کو دل سے قبول کریں گے۔ ان کے ساتھ چند شرطوں کے ساتھ اللہ نے ایک وعدہ کیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (۲۴ : ۵۵)

یعنی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرتے رہے کہ ان کو زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی۔ اب اس خلیفہ کو اپنی من مانی کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس کا فرض یہ ہے کہ الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر (۲۲ : ۴۱)

یعنی (ایمان اور عمل صالح کی شرائط پر پورا اترنے والے) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو (اپنے خلیفہ کی حیثیت سے) ملک میں اختیار دیں۔ تو وُہ اقامت صلوٰۃ کا اہتمام کریں۔ اور زکوٰۃ کا نظام رائج کریں۔ اور جو کام اللہ کو پسند ہیں ان کے کرنے کا حکم دیں اور جو اسے ناپسند ہیں ان سے لوگوں کو روکیں۔

خلاصہ یہ کہ وُہ ایماندار اور صالح لوگ اللہ کے نائب کی حیثیت سے اسلام کی حکومت قائم کریں بس ان کی ڈیوٹی یہی ہے۔

پہلے یہ تو طے ہو گیا کہ حکومت اسلام کی ہونی چاہیے مگر حکومت کا کاروبار چلانے والے تو انسان ہی ہوں گے وہ کہاں سے آئیں گے تو اس عقدے کا حل اللہ کریم نے خود بتا دیا بلکہ عملاً حل کر کے دکھا دیا وہ یوں کہ سب سے پہلے انسانوں میں سے برگزیدہ انسان چن لیے ان کو اپنا دستور آئین اور قواعد وضوابط عطا کیے اور حکم دیا کہ میرے نائب کی حیثیت سے میری سلطنت میں یہ قانون نافذ کرو کہ ان برگزیدہ بندوں نے اپنے اپنے وقت میں یہ فریضہ ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی حتیٰ کہ اللہ کا آخری برگزیدہ بندہ جب دنیا آیا تو اس نے یہ فریضہ ایسے معیاری طریقے سے ادا کر کے دکھایا کہ رہتی دنیا تک اسی کو صحیح اور معیاری طریقہ تسلیم کیا جاتا رہے گا ہاں عقل کے اندھے اور ضد اور عداوت کے مریض اگر تسلیم نہ کریں تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

(اگر چمگادڑ دن کو کچھ نہ دیکھے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے)

لیکن اس برگزیدہ بندہ پر ایسے بندوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو گیا اس لیے اس کی امت کو یہ کام سونپا گیا کہ یہ فریضہ اب تم نے ادا کرنا ہے یعنی ایسا بندہ ڈھونڈ نکالنا ہے۔ جو اللہ کے اس برگزیدہ آخری بندے کے نقش قدم پر چل کر اللہ کے نائب کی حیثیت سے اللہ کے بندوں پر اسلام کی حکومت قائم کرے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اللہ کریم نے رہنما اصول خود بتا دیے اور اللہ کے آخری نبی نے ان اصولوں کی وضاحت اپنے قول اور فعل دونوں سے کر دی۔

اللہ کریم نے ایسا بندہ تلاش کرنے کے لیے ایک رہنما اصول بتایا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (۴۹: ۱۳) یعنی تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے گویا امت میں سے اللہ کی

نیابت کا کام سنبھالنے کے لیے تقویٰ کا وصف معیار بنا دیا اب دیکھنا یہ ہے کہ تقویٰ کیا ہے اور متقی کون ہوتا ہے تقویٰ کا ایک چلتا ہُوا مفہوم پرہیزگاری اور متقی کا مفہوم پرہیزگار ہے مگر اس لفظ کا جو امیج یا پیکرِ ذہن میں بنتا ہے وُہ یہ صرف یہ ہے کہ زاہد و عابد آدمی۔ اور زُہد عبادت کے ساتھ یہ منظر سامنے آجاتا ہے کہ دُنیا سے الگ تھلگ کسی مسجد میں جو شخص مصروفِ عبادت ہو اُسے متقی کہتے ہیں۔ مگر یہ بھی متقی کا پُرانا تصوّر ہے متقی کا ماڈرن تصوّر کچھ اور ہے اس کا اجمالی ذکر ہی تفصیل سمجھنے کے لیے کافی ہوگا۔

روزنامہ جنگ لاہور ۷-۱۰-۸۸ء میں صدر محترم کا ایک اعلان شائع ہُوا کہ:۔

"اب فاسق و فاجر بددیانت اور غیر متقی لوگ انتخاب نہیں لڑ سکیں گے" یعنی اِنتخابات ۱۹۸۸ء میں صرف متقی لوگوں نے حصّہ لیا۔ اور نسبتاً زیادہ متقی یا یُوں کہیے کہ چوٹی کے متقی کامیاب ہوگئے" اور صدر محترم نے "امام المتقین" کو حکومت بنانے کی دعوت دی اور "امام المتقین" نے اتقیاء کا انتخاب کرکے کابینہ بنالی۔

کچھ عرصہ بعد سابق دور کے ایک بڑے وزیر صاحب نے بیان دیا کہ موجُودہ اسمبلی میں ۹۵ فیصد جرائم پیشہ لوگ ہیں یہ بیان کسی نابلد کا نہیں بلکہ ایک ماہرِ فن سیاستدان کا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ولی را ولی می شناسد لہٰذا اسے ناقابلِ التفات قرار نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ متقی کے ماڈرن مفہوم کی کچھ وضاحت ہوگئی اور حال ہی میں اتقیاء کے ایمانوں کی جو نیلامی ہوئی اس نے رہی سہی کسر پُوری کر دی۔

نیز کوئی صدر ہو یا وزیر ان کی قابلیّت اور زبان دانی میں کلام نہیں مگر اس سے بھی متقی کا مفہوم پُوچھ کے دیکھیں جس نے متقی کو معیاری اِنسان قرار دیا ہے۔ وُہ بتاتا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى

الرِّقَابِ ۔ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عَاھَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (۲ : ۱۷۷)

یعنی "نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کو (قبلہ سمجھ کر) منہ کر لو ۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، فرشتوں پر اللہ کی کتاب پر اور انبیاء پر ایمان لائیں اور اپنا مال باوجود عزیز رکھنے کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں کے چھڑانے میں خرچ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اس کو پورا کریں ۔ اور سختی اور تکلیف میں اور معرکہ کارزار میں ثابت قدم رہیں یہی لوگ حقیقت میں سچے ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں"۔

اللہ کریم نے متقی کا جو مفہوم بتایا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ متقی وُہ ہے جو اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے گھر میں ہو یا کھیت میں بازار میں ہو یا دفتر میں، حاکم ہو یا ماتحت لین دین کا معاملہ ہو یا باہمی برتاؤ کا مالی معاملات ہوں یا سیاسی ۔ امن ہو یا جنگ ہر حال میں ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کی نافرمانی سے بچے اور عقائد عبادات، معاملات اور اخلاق میں سے کسی شعبے میں بھی اللہ کی نافرمانی کرنے پر آمادہ نہ ہو ۔ غور کیا جائے تو مفہوم ہوتا ہے کہ یہ سب تقویٰ کے مظاہر ہیں ۔ تقویٰ وُہ وصف ہے جس کا اصل مقام قلب ہے چنانچہ نبیٔ رحمت ﷺ نے فرمایا التقویٰ ھٰھنا یعنی تقویٰ یہاں ہوتا ہے اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا ۔ مراد یہ کہ تقویٰ دل میں ہوتا ہے اور دل کا حال جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔ مگر چونکہ معاشرے میں سے متقی ڈھونڈنا انسانوں کے ذمے اس لیے تقویٰ کے مظاہر پوری تفصیل سے بتا دیے ۔ بہر حال آیت مذکورہ میں متقی کی جو نشانیاں بیان ہوئی ہیں ان کی روشنی میں اپنے نمائندوں کا جائزہ لیا جائے تو کیسے کیسے اہلِ کمال حضرات سے ملاقات ہو گی ۔

اللہ کریم نے یہ رہنما اصول بتا دینے کے ساتھ۔ اشاروں میں ایسے کچھ اشخاص کی نشاندہی بھی فرما دی۔ مثلاً

(۱) سورہ اللیل کی آیت ۱۷ تا ۲۱ میں ایک شخص کا وصف بتایا کہ الاتقیٰ۔ یعنی سب سے زیادہ متقی یہ تفصیل کل یا سپرلیٹو ڈگری ہے۔ اور مفسرین جو آیات کے شانِ نزول پہ بھی بحث کرتے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ آیات ابو بکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئیں یعنی اللہ کریم نے ابو بکر صدیقؓ کو اُلاتقیٰ کی سند عطا کی اور وُہ تو دلوں کو دیکھتا ہے انسانوں کی طرح صرف مظاہر کو نہیں دیکھتا۔

(۲) والذی جاء بالصدق و صدق به اولئك هم المتقون (۳۹:۳۳) یعنی وُہ جو سچی بات لے کے آیا اور وُہ جس نے اس کی تصدیق کی وُہ لوگ متقی ہیں۔

مفسرین نے اس کی تشریح کی کہ سچی بات لے کے آنے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تصدیق کرنے والے سے مُراد ابو بکر صدیق رضؓ ہیں۔

اس میں ترتیب رُتبی بھی ہے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق رضؓ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات :۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی حقیقت سمجھنے والا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان ارشادات اور اشارات ربّانی کی روشنی میں نبیؐ رحمتؐ کے قول و فعل کا جائزہ لیتے ہیں۔

اقوال :۔

(۱) ابوبکرؓ خیر الناس الا ان لایکون نبیّ (کنز العمال ۱۱: ۵۴۳)
یعنی ابو بکرؓ تمام انسانوں سے افضل ہے صرف یہ بات ہے کہ وُہ نبی نہیں۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ مروی ہیں کہ نبیؐ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو مخاطب کرکے فرمایا

یا عم رسول اللہ ان اللہ جعل ابا بکر خلیفتی علی دین اللہ فاسمعوا تفلحوا واطیعوہ ترشدوا (کنز العمال ۱۱: ۵۵۰)

یعنی اے اللہ کے رسول کے چچا ! اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو اللہ کے دین کے نفاذ کے لیے میرا خلیفہ بنایا ہے۔ اسکی سنو فلاح پاؤ گے اور اس کی اطاعت کرو ہدایت پاؤ گے۔

۳ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اتانی جبرئیل فقلت من یھاجر معی ؟ قال ابوبکر وھو یلی امر امتک من بعدک وھو افضل امتک من بعدک (کنز العمال ۱۱:۵۵۱)

یعنی جبرئیل میرے پاس آیا میں نے پُوچھا میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا اس نے جواب دیا ابوبکرؓ۔ اور آپ کی اُمّت کے معاملات آپ کے بعد متصل اس کے سپرد ہونگے۔ اور وہ آپ کی اُمّت میں سب سے افضل ہے

۴ حضرت ابو درداؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے ایک شخص کو ابوبکرؓ کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا۔

اتمشی امام من ھو خیر منک ؟ ان ابا بکر خیر من طلعت علیہ الشمس وغربت (کنز العمال، ۱۱: ۵۵۶)

یعنی تو ایسے شخص کے آگے آگے چل رہا ہے جو تجھ سے بہتر ہے ؟ یقیناً ابوبکرؓ ہر اس شخص سے بہتر ہے جس پر سُورج طلوع اور غروب ہُوا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل

اس تاریخی حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ جب حضورِ اکرم ﷺ اس دنیوی زندگی میں آخری دفعہ بیمار ہوئے تو امّت کی قیادت کی ذمّہ داری ابوبکر صدیق رضؓ کو سونپی اور صدیق اکبرؓ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے آپ کے مصلّی پر کھڑے ہو کر اُمّت کی قیادت کی اور سترہ نمازیں پڑھائیں۔ اسی حالت میں حضورِ اکرم ﷺ اس دُنیا سے پردہ فرما گئے۔

اللہ کریم کے بتائے ہوئے اصول، اللہ کریم کی آخری کتاب سے وُہ اشارات جو اس شخص کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس اصول کے مطابق خلافت کا اہل ہے اور نبی رحمتؐ کے قول و فعل سے یہ ثابت ہو گیا کہ نبی رحمت ﷺ کے بعد متصل آپ کی خلافت کا اہل

ابوبکر صدیقؓ ہی تھا۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے اس مسلمہ اصول کہ — الفضل ماشھدت بہ الاعداء کے ماتحت دشمنان ابوبکر اور دشمنان صحابہ کے اقوال بھی پیش کر دیے جائیں کہ ابوبکر کی فضیلت میں کوئی شک وشبہ نہ رہ جائے۔

۱ احتجاج طبرسی ص۲۳۹ امام باقر سے یحییٰ بن اکثم روایت کرتا ہے۔

انہ نزل جبریل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا محمد ان اللہ عزوجل یقرائک السلام ویقول لک سل ابابکر ھل ھو راض عنی فانی عنہ راض فقال ابوجعفر لیست بمنکر فضل ابی بکر۔

یعنی حضرت جبرئیل نبی رحمت ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں ابوبکرؓ سے پوچھیں کیا وہ مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں۔ امام باقر نے فرمایا میں ابوبکرؓ کی فضیلت کا منکرؔ نہیں ہوں۔

۲ مجالس المومنین مجلس سوم ص۸۹

نبی رحمت ﷺ نے سلمان فارسی سے فرمایا۔

ماسبقکم ابوبکر بصوم ولاصلوۃ ولکن بشی وقر فی قلبہ۔

یعنی ابوبکرؓ نماز روزہ کی وجہ سے تم سے سبقت نہیں لے گیا بلکہ اس وصف کی وجہ سے جو اللہ نے اس کے قلب میں بھر دیا ہے۔

یہ شے وہی وصف ہے جس کا بیان حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تقویٰ یہاں ہے

۳ درۃ النجفیہ ا ۳۰۸

ان ابابکرؓ مات ولم یخلف درھما ولا دینارا۔

یعنی ابوبکرؓ جب فوت ہوئے تو کوئی پیسہ دھیلا میراث کے طور پر نہیں چھوڑا۔

۴ الاستغاثہ فی بدع الثلاثہ۔ ص۲۲

ابوبکر خلیفہ بنے تو وظیفہ ۳ درہم روزانہ لیا۔
حکومت کے خزانے سے ایک غلام ایک اونٹنی اور ایک قبا ۵ درہم کی لی موت کا وقت آیا تو یہ ساری چیزیں حکومت کو واپس کر دیں۔ا

ادھر جمہوریت کا یہ حال ہے کہ لوگ اپنے دور اقتدار میں غیر ممالک کے بنکوں میں اپنے بنک بیلنس بڑھانے کی فکر میں ہی منہمک رہتے ہیں اور جب اقتدار ملتا ہے تو اُن کی سواری اور رہائش و آرائش میں کروڑوں صرف ہوتے ہیں۔ اور ان کا دل بہلانے کے لیے ان کی سواری میں آٹھ آٹھ میوزک سسٹم لگائے جاتے ہیں۔ اور سواری کیلیے بہترین انجن والی اور گولی پروف اور سب سے مہنگی کار غریب عوام کی گاڑھے پسینہ سے بچائی ہوئی رقم سے خریدی جاتی ہے اور ان کے رہنے کے لیے اتنا بڑا مکان ہوتا ہے کہ اس میں درجنوں متوسط خاندان رہ سکتے ہیں اور پھر اس کے علاوہ اُن کا وہ شاندار دفتر ہوتا ہے۔ کہ کروڑوں روپیہ اس پر صرف ہو جاتا ہے۔ کئی خانسامے اس کی خوراک تیار کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ اور ہر خوراک کو ایک قربانی کا بکرہ پہلے چکھ لیتا ہے کہ کہیں کسی نے زہر ہی نہ دیا ہو۔ یعنی ایک آدمی پر لاکھوں روپے اُڑ جاتے ہیں اور اس کا جواز یہ تلاش کیا جاتا ہے کہ سلطنت کا رکھ رکھاؤ بہت ضروری ہے اور اس طرح ہماری ساکھ بنتی ہے حضرتِ عُمر کے پاس کتنے محل تھے اور کتنے خانساماں اور نوکر چاکر تھے۔ کتنے فوج کے اعلیٰ افسران کی حفاظت فرمایا کرتے تھے وہ تن تنہا پیوندوں والا کرتہ پہنے اینٹ کا سرہانہ بنائے ایک درخت کے سائے میں آرام فرما ہوتے تھے۔ کہ بڑے بڑے سفیر فاصلے پر کھڑے کانپ رہے ہوتے تھے۔ اُن کی عدالت مسجد۔ اُن کا دفتر مسجد ان کا دفتر ملاقات مسجد، ان کی عبادت گاہ مسجد، اور آنکا حیم مسجد، اور بیت المال کی ایک ایک پائی صرف جائز غریب لوگوں کے کام آتی تھی۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اس خطیر رقم سے کیا نہیں ہو سکتا۔ اللہ و رسُول نے تو خلیفہ کا انتخاب کر لیا اب یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کے بندوں نے اس کا انتخاب کیسے کیا اور وہ بندے کیسے تھے ؟

۱ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس کو خلافت کے لیے منتخب کیا گیا اس نے اپنے آپ کو خلافت کے اُمیدوار کی حیثیت سے پیش نہیں کیا۔

۲ جن لوگوں نے ایک ہی مجلس میں یہ فیصلہ کر دیا، ان کی کوالیفکیشن کیا تھی۔

(ا) یہ وُہ لوگ تھے جن کے سامنے قرآن نازل ہُوا۔

(ب) یہ وُہ لوگ تھے جنہوں نے قرآن کا مفہوم اسؐ سے سیکھا جس پر قرآن، نازل ہُوا۔

(ج) یہ وُہ لوگ تھے جو برسوں اسکےؐ زیرِ تربیت رہے جو دُنیا کا سب سے بڑا مربیؐ مزکیؐ اور مصلح ہے۔

(د) یہ وُہ لوگ تھے جن کے متعلق خالق کائنات نے اعلان کیا۔ کہ ان کے بعد قیامت تک میں صرف اُس سے راضی ہوں گا جو ان کی پیروی کرے گا۔

(س) یہ وُہ لوگ تھے جن کے ایمان کو اللہ نے معیاری ایمان قرار دیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ میرے ہاں صرف اس کا ایمان قابلِ قبول ہوگا جو ان کی طرح ایمان لایا۔

(ش) یہ وُہ لوگ تھے جنہوں نے غزوۂ بدر میں حصّہ لیا اور اہل بدر وُہ لوگ ہیں جن کے متعلق نبی رحمت ﷺ نے یہ اطلاع دی۔

عن رفاعہ بن رافع قال جاء جبرئیل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عن ما لقدر لك اهل بدر بینکم قال من افضل المسلمین او کلمۃ نحوها قال وکذلك من شهد بدرا من الملائکۃ (البدایہ والنہایہ ۳ : ۳۲۹)

یعنی جبرئیلؑ، نبی رحمت ﷺ کے پاس آئے اور پُوچھا کہ اہلِ بدر کو آپ لوگ کیا سمجھتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سب مُسلمانوں سے افضل۔ تو جبرئیل نے کہا وُہ فرشتے بھی سب فرشتوں سے افضل شمار ہوتے ہیں جنہوں نے بدر کی جنگ میں حصّہ لیا

(ص) نبی رحمت ﷺ نے بتایا کہ اہلِ بدر کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اعملوا ما شئتم قد غفرت لکم (البدایہ والنہایہ ۳ : ۳۲۹)

یعنی اَب تم جو چاہو کرو تمہیں مقبولیّت کا درجہ حاصل ہوگیا۔

مگر اہل بدر کو یہ آزادی کیوں دی گئی اور انہوں نے اس آزادی سے کیا کام لیا اہل بدر پر تین دور گزرے ہیں۔ یہ وُہ لوگ تھے کہ ۱۳ برس تک اُنہیں حکم ملا کہ مار کھاؤ ایذائیں سہو مگر شکوہ شکایت کا لفظ لب پر آتے نہ مُنہ سے آہ نکلے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کر کے دکھا دیا۔ پھر حکم ہُوا کہ گھر بار بال بچہ چھوڑ کے یہاں سے نکل جاؤ۔ وُہ یوں گئے جیسے ان کا کوئی گھر بار تھا ہی نہیں۔

جب نئی جگہ پُہنچ کر ابھی سستانے ہی لگے تھے کہ حکم ہُوا کہ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہو۔ اور جنگ ان سے کرنی ہے جنہوں نے کل مار مار کے تمہیں گھر سے نکال دیا تھا۔ اور جو پُوری طرح مسلح ہو کر آئے ہیں اور تمہارے پاس ہتھیار تو کیا تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں اور پیٹ بھرنے کے لیے رسد نہیں۔ چنانچہ وُہ نعرے مارتے نکل کھڑے ہوئے گویا اُن کی لُغت میں کیوں اور کیسے کے لفظ ہی نہیں تھے۔

یعنی ان کا دماغ یہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ جو اللہ و رسُول ﷺ کو ناپسند ہو اُن کے اعضاء جوارح اس طرف اور اس کام کے لیے اُٹھتے ہی نہیں تھے۔ جو اللہ و رسُول ﷺ کی پسند کے خلاف ہو۔ اس وجہ سے ان کو برملا کہہ دیا گیا کہ اعملوا ما شئتم کیونکہ ان سے وُہ ہو ہی نہیں سکتا تھا جو اللہ کریم کی منشا اور نبی کریم ﷺ کی پسند کے خلاف ہو۔

(ط) یہ وُہ لوگ تھے جنہوں نے حدیبیہ کا منظر دیکھا تھا جن کا مقام یہ ہے۔

عن جابرؓ قال کنا یوم الحدیبیۃ الفًا و اربعمائۃ قال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتم الیوم خیر اھل الارض (مشکوٰۃ - متفق علیہ)

یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہم ۱۴۰۰ صحابہ تھے تو نبی رحمتؐ نے فرمایا آج رُوئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں سے افضل تم لوگ ہو۔

پہلے اسلامی خلیفہ کے چناؤ سے چند اصول سامنے آتے۔

۱ خلیفہ کا انتخاب اُمّت کے فرائض میں داخل ہے۔
۲ خلیفہ کا اِنتخاب اللہ و رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے اور معیار کے مطابق ہو۔
۳ خلافت کے لیے ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ جس کی عملی زندگی اس بات کی شہادت دیتی ہو کہ وُہ ہر حال ہر جگہ اور ہر وقت اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔
۴ وُہ اپنے آپ کو خلافت کے اُمیدوار کی حیثیت سے پیش نہ کرے۔
۵ چناؤ کرنے والے۔ صاحب علم اور اہل الرائے اور متقی لوگ ہوں ان کی عام شہرت دیندار، امین، عادل کی حیثیت سے ہو۔
۶ کوئی فاسق فاجر غیر متقی شخص اس چناؤ میں رائے دینے کا اہل نہیں۔
۷ صرف ایک خلیفہ کا چناؤ ہو باقی ساری انتظامی مشینری کا تقرر خلیفہ کے ذمّے ہے۔
خلیفہ کے انتخاب کے لیے یہ اصول سامنے آتے ہیں ان پر غور کر کے اندازہ کیجیے کیا جمہوریت کے طریقہ انتخاب میں کوئی معقولیّت کوئی اِنسانیّت کا شائبہ ہے جس میں حکمرانوں کا اِنتخاب کرنے کے لیے ہر نتھو خیرا کی رائے پر فیصلہ کا مدار ہو۔

عوامی ردِّ عمل اور تاریخی ابہام

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان اُصُولوں کے تحت اور ایسے لوگوں کی رائے سے خلیفہ کا انتخاب ہُوا تو اس کے بعد عوام کا ردِّ عمل کیا ہُوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وُہ عوام ان لوگوں سے بخوبی واقف تھے جنہوں نے ایک مجلس میں خلیفہ کا اِنتخاب کر لیا اور عوام کو ان لوگوں کی دیانت، امانت ورع و تقویٰ پر مکمل اعتماد تھا اس لیے مسجد نبوی میں جو اس وقت اسمبلی ہال کا کام بھی دے رہی تھی سب نے اس فیصلہ پر صاد کر دیا یہ جو خاص منصوبہ اور سازش کے تحت مشہور کر دیا گیا کہ حضرتِ علیؓ اصلی حقدار تھے اس لیے انہوں نے بیعت نہیں کی۔ یہ

یہ سب ایک چالاک یہودی عبداللہ بن سبا کے خبثِ باطن کا نتیجہ ہے۔ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے اس کا اجمالی بیان یہ ہے۔

۱ سبائیوں کی معتبر کتاب شافی ص۱۷۱ پر درج ہے۔

قال علیؓ خیر ھذہ الامتہ بعد نبیھا ابوبکرؓ وعمرؓ و فی بعض الاخیار ولو اشار ان اسمی الثالث لفعلت۔

یعنی حضرتِ علیؓ نے فرمایا کہ اس اُمت میں نبی رحمت ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تیسرے کا نام بھی بتا سکتا ہوں۔

۲ ان کی مشہور کتاب مناقب مظہر ابنِ آشوب III ص۶۳ اور مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ۲ : ۳۷۶)

قال امیرالمؤمنین من لم یقل انی رابع الخلفاء فعلیہ لعنۃ اللہ۔

یعنی جو یہ نہ کہے کہ میں چوتھا خلیفہ ہوں اس پر اللہ کی لعنت۔

۳ ان کی مشہور کتاب نہج البلاغہ خطبہ ص۳۰۵ جب آپ خلیفہ بنے تو فرمایا "خدا کی قسم نہ تو مجھے خلافت کی کبھی خواہش تھی نہ ولایت کی حاجت تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ مجھ پہ لاد دیا"

۴ شافی ۲ : ۴۲۸

۱۴ آدمی روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ علیؓ نے اپنے خطبۂ عام میں فرمایا۔

خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ و عمرؓ۔

یہ بات آپؓ نے اس وقت کہی جب اُنہیں اطلاع ملی کہ کسی شخص نے حضرتِ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے متعلق کچھ بکواس کیے آپ نے یہ اعلان فرمایا اور شہادت لیکر اُسے سزا دی اسی قسم کے اور اقوال بھی ان کی کتابوں میں موجود ملتے ہیں اس یہودی پروپیگنڈا اور ان

اقوال کا مقابلہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا پروپیگنڈا ہے

قولِ علیؓ کے بعد فعلِ علیؓ کو دیکھئے

۱ البدایہ والنہایہ ۶ : ۳۰۲، اور سنن الکبری بیہقی جلد ۸

"حضرت علی کو جب اطلاع ملی کہ مسجد نبوی میں صدیق اکبرؓ کی بیعت ہو رہی ہے تو آپ اسی حالت میں دوڑے آئے کہ کرتہ زیب تن نہیں تھا اور آزار گھسیٹتے دوڑے جاتے تھے اور فوراً بیعت کر لی"

اور حقیقت یہ کہ جو اللہ رسول ﷺ کی منشا اور پسند سے جو واقف ہو اس سے اسی رویہ کی توقع کی جاسکتی ہے۔

۲ سبائیوں کی مشہور کتاب روضۃ الصفا طبع لکھنؤ ص ۴۳۲ پر ہے

"امیر المؤمنین علی چوں استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابوبکرؓ اتفاق نمودند بتعجیل از خانہ بیرون آمد چنانکہ ہیچ در بر نداشت بغیر از پیراہن نہ ازار نہ ردا ہمچنان نزد صدیقؓ رفتہ با وبیعت نمود بعد ازاں فرستادند تا جامہ بہ مجلس آوردند"

معمولی سے لفظی اختلاف کے ساتھ بات وہی ہے جو اُوپر البدایہ کے حوالے سے بیان ہوئی ہے۔

ان شواہد سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیعت نہ کرنا حضرت علیؓ پر تہمت لگائی گئی ہے۔ اور یہ سب یہودی پروپیگنڈا کی کرشمہ سازی ہے۔

بیعت عامہ کے بعد حکومت کی پالیسی اور طریقہ حکومت کا مرحلہ آتا ہے کہ اسلام کی حکومت پہلے خلیفہ نے کیسے چلائی۔

حضرتِ ابوبکرؓ صدیقؓ نے بیعت عامہ کے بعد پہلا خطبہ جو دیا تو اس میں اپنی پالیسی واضح کر دی

"صاحبو میں تم لوگوں پر والی مقرر کیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سب سے بہترین نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری اعانت کرو اور اگر بُرائی کی طرف جاؤں تو مجھے

سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت۔ انشاء اللہ تمہارا کمزور فرد میرے نزدیک قوی ہو گا یہاں تک کہ میں اس کا حق واپس دلا دوں، جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اس کو اللہ ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اس کی مصیبت کو بھی عام کر دیتا ہے۔

میں اللہ اور رسُول کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو۔ نافرمانی کروں تو تم پر اطاعت نہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۳)

شُورٰی

آپ نے خلافت کے فرائض کی بجا آوری کے لیے دُوسرا بڑا اقدام جس کا تعلق پالیسی سے ہے یہ کیا کہ اپنی ایک مجلس شورٰی بنائی جس کے ارکان یہ تھے۔

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، معاذ بن جبل، عبدالرحمٰن بن عوف، زید بن ثابت، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔

دیکھنا یہ ہے کہ یہ کس قسم کے لوگ تھے۔ تو ان کا مقام اور حیثیت معلوم کرتے ہُوئے ایک بات سب میں مشترک نظر آتی ہے کہ سب بدری صحابہ تھے۔ اور اہلِ بدر کا مقام اللہ کے رسُول کی زبانی اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ لوگ تمام مسلمانوں سے افضل تھے۔ نظری اور عملی طور پر اللہ کے رنگ میں رنگے ہُوئے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ وصف ایسے ہیں جو ہر ایک کے اپنے ہیں۔

(۱) حضرتِ عمرؓ یہ وہ شخص ہے جو اللہ کے رسُولؐ نے اللہ سے مانگ کر لیا تھا۔ چنانچہ حضرتِ ابن عباسؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ تینوں راوی ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے دُعا کی اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب یعنی اے اللہ تو عمرؓ بن الخطاب کے ذریعے اسلام کو غالب کر (کنز العمال ۱۱ : ۵۸۱) اور علامہ باقر مجلسی کی کتاب بحار الانوار، کتاب السماء والعالم میں ہے۔

امام محمد باقر سے روایت ہے کہ قال رسول اللہ ﷺ اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی الجہل بن ہشام ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول نے جس غرض کے لیے مانگا تھا وہ یقیناً پوری ہوئی ہوگی اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے وہ غرض یوں پوری کرکے دکھائی جس کی مثال اسلام کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

(۲) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔

لوکان بعدی نبی لکان عمر رواہ الترمذی عن عقبۃ بن عامر

یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو وہ عمرؓ ہوتا۔

(۳) حضرتِ ابوذرؓ، ابوہریرہؓ اور بلالؓ تینوں روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ (کنز العمال ۱۱: ۵۷۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عمرؓ کے دل میں اور ان کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے مراد یہ ہے عمرؓ سوچتا بھی حق ہے۔ اور کہتا بھی حق ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ کی حضرت عمرؓ کے متعلق یہ رائے ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کی مجلسِ شوریٰ کیسے لوگوں پر مشتمل تھی۔

دوسری شخصیت حضرتِ عثمانؓ کی ہے حضرت عبداللہؓ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا عثمان احی امتی واکرمھا (کنز العمال ص۵۷۵)

یعنی حضرتِ عثمانؓ میری اُمّت میں سب سے زیادہ حیا والا اور سب سے زیادہ قابلِ عزّت ہے۔

تیسری شخصیت حضرت علیؓ کی ہے ان کے متعلق نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے

من احب علیاً فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللہ (کنز العمال ۱۱: ۶۲۲)

یعنی جس نے علیؓ سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی اس نے اللہ سے محبّت کی۔

چوتھی شخصیّت حضرت معاذ بن جبل کی ہے حضور اکرم ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا۔ اعلم الناس بحلال اللہ وحرامہ (کنز العمال ۱۱: ۴۴۴) یعنی اللہ کے حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والا یہ شخص ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جب انہیں یمن کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو فرمایا۔

انی بعثت لکم خیر اھلی (الاصابہ، ۳: ۴۲۷)

یعنی میں تمہاری طرف یہاں کے بہترین آدمی کو بھیج رہا ہوں،

پانچویں شخصیّت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ہے۔ ان کے متعلق نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اول من یدخل الجنت من اغنیا امتی عبدالرحمٰن بن عوفؓ (کنز العمال ۱۱: ۷۱۶)

(میری اُمّت کے امیروں میں سب سے پہلے جنّت میں داخل ہونے والا عبدالرحمٰن بن عوف ہوگا) آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ یعنی وہ دس حضرات جنکو ان کی زندگی میں اللہ کے رسول نے اللہ کی طرف سے جنت کی بشارت دی۔

اور الاصابہ ۲: ۴۱۷ میں ہے کہ اللہ کے رسُول نے آپ کو الصادق البار کا خطاب دیا۔ یعنی سچا اور نیک۔

چھٹی شخصیت حضرت زید بن ثابتؓ کی ہے۔

ھو من علماء الصحابہ ومن اصحاب الفتوی کاتب وحی بھی تھے۔

ساتویں شخصیت حضرت ابی بن کعبؓ کی ہے آپ السابقون الاوّلون میں سے تھے۔

اس فہرست سے اور ان حضرات کے اوصاف اور علمی و عملی مقام سے ظاہر ہے کہ خلیفہ کو اپنی مجلس شوریٰ میں کیسے لوگ رکھنے چاہئیں۔

انتخاب ۔ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ

اسلام کے دوسرے خلیفہ کے چناؤ کا کام خود خلیفہ اوّل نے کیا۔ یعنی ان کی جانشینی کی وصیّت لکھوا کر حکم دیا کہ مجمع عام میں سنائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تمام صحابہؓ نے آپ کی بیعت کر لی۔

اِس کارروائی سے پہلے آپ نے اپنی مجلسِ شوریٰ کے کچھ اراکین اور دوسرے جلیل القدر صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ کچھ حضرات نے ان کی رائے سے اتفاق کرنے کے ساتھ اس امر کا اندیشہ ظاہر کیا کہ ان کی طبیعت میں سختی ہے۔ ایک صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا اس انتخاب کا سارا فلسفہ اس ایک جُملے میں بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کو جواب دُوں گا کہ مَیں نے اُمّت میں سے بہترین آدمی کا انتخاب کیا۔

سوال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے بہترین ہونے کی ان کے پاس دلیل کیا تھی۔ اس کا جواب ڈھونڈنے کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑے گا کہ نبی رحمت ﷺ کی رائے ان کے متعلق کیا تھی۔ اور وہی سب سے آخری اور فیصلہ کن بات بھی ہو گی۔ چنانچہ حضور اکرمؐ کی رائے کچھ اس طرح ملتی ہے۔ جس سے خلیفہ اوّل یقیناً واقف ہوں گے۔

(۱) ابی درداءؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر فانهما حبل الله الممدود من تمسك بهما فقد تمسك بالعروة الوثقی لا انفصام لها۔ (کنز العمال ۱۱ : ۵۶۰)

یعنی میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا کیونکہ وہ دونوں اللہ کی رسّی ہیں۔ جس نے ان دونوں کی پیروی کی اس نے ایسی مضبوط رسّی

تھام لی جو کبھی نہ ٹوٹے گی۔

۲۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (کنزالعمال ۱۱-۵۶۲)

(میرے بعد ابی بکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا)

۳۔ حضرت علیؓ اور زبیرؓ سے روایت ہے۔

خیر امتی بعدی ابوبکرؓ و عمرؓ۔ (کنزالعمال ۱۱ : ۵۶۳)

۴۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:

خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ و عمرؓ (کنزالعمال ۱۱: ۵۶۷)

۵۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت۔

ان لکل نبی وزیرین ووزیرای وصاحبای ابی بکرؓ و عمرؓ (کنزالعمال ۱۱: ۵۶۳)

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی فضیلت کی ۸۸ صحیح احادیث ملتی ہیں۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے بڑے وثوق سے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ میں نے اُمت میں سے بہترین آدمی کو خلافت کی ذمّہ داری سونپی۔

اس سے بھی اسلامی خلافت کا یہ اصول سامنے آیا کہ اسلامی حکومت کے لیے خلیفہ اس کو مقرر کرنا چاہیئے جو سب سے بہترین ہو۔ خواہ وہ چناؤ اہلِ الرائے کریں یا خود خلیفہ کرے۔ اور بہترین ہونے کا فیصلہ اللہ کریم نے خود فرما دیا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی بہترین ہے۔

حضرت عمرؓ کی مجلسِ شوریٰ:

خلافت کا عہدہ سنبھالتے ہی حضرت عمرؓ نے اپنی مجلسِ شوریٰ کا انتخاب کر لیا۔ اس کے ارکان یہ تھے۔

حضرت عثمان، حضرت علی، معاذ بن جبل، عبدالرحمٰن بن عوف، زید بن ثابت،

اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔

خلیفہ اوّل کی مجلسِ شوریٰ بھی یہی تھی۔ اس میں صرف حضرت عمرؓ کا اضافہ تھا۔ ان سب کے اوصاف بیان ہو چکے ہیں۔ اس لیے اس امر کی تائید مزید ہو گئی خلیفۂ اسلام کو اپنی مجلسِ شوریٰ کے لیے کس قسم کے لوگ چُننے چاہییں۔ خلیفہ دوم کے انتخاب سے یہ اصول بھی سامنے آگیا کہ اسلامی حکومت میں خلیفہ کا انتخاب خود پہلے خلیفہ کی ذاتی رائے سے بھی ہو سکتا ہے۔

تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ

انتخاب۔ خلیفہ دوم جب یہودی سازش کا شکار ہوئے اور نماز کے دوران ان پر قاتلانہ حملہ ہُوا۔ تو انہوں نے مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت یعنی خلافت کا مسئلہ حل کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور پُوری سوچ بچار کے بعد چھ اصحاب کی ایک کمیٹی بنا دی کہ ان میں سے اس کو خلیفہ بنایا جائے جس پر بقیہ پانچوں متفق ہو جائیں۔ اُن کے نام یہ ہیں حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد ابنِ ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم۔

ان میں سے تین حضرات کے متعلق ذکر ہو چکا ہے۔ کہ نبی رحمت ﷺ کے ہاں ان کی کتنی قدر و منزلت تھی اور اُمت اُنہیں کس پایہ کا مسلمان سمجھتی تھی۔ باقی تین حضرات جو اس کمیٹی میں شامل کئے گئے ان کا تعارف کرانا بھی مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس حقیقت کا پتہ چل جائے کہ خلفائے اسلام اور نبی رحمت ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ خلافت کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق کیا نظریہ رکھتے تھے اور اسلام کی حکومت قائم کرنے کا طریقہ اور سلیقہ کیسا تھا۔

حضرت طلحہؓ: ۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا:
طلحة والزبیر جاری فی الجنت ۔ (کنز العمال ۱۱: ۶۹۶)
یعنی طلحہؓ اور زبیرؓ جنّت میں میرے پڑوسی ہیں۔
۲۔ آپ عشرہ مبشّرہ میں سے تھے۔
۳۔ غزوۂ اُحد میں حضورِ اکرمؐ کے سامنے ڈھال بنے رہے۔ ہاتھ پر تیر کھاتے رہے۔ اُنگلیاں شل ہوگئیں۔ (اصابہ ۲: ۲۲۹)
۴۔ اُحد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو حضورِ اکرمؐ نے کچھ صحابہ سے موت پر بیعت لی۔ ان میں حضرت طلحہؓ بھی تھے۔ (اصابہ ۲: ۲۳۰)

حضرت زبیرؓ: ۱۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا جنّت میں میرے پڑوسی ہیں۔
(کنز العمال ۱۱: ۶۹۶)

۲۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا
ان لکل بنی حواریا ۔ حواریّ من امتی الزبیر ۔ (کنز العمال ۱۱: ۶۸۱)
(ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میری اُمّت میں میرا حواری زبیر ہے۔)
۳۔ عشرہ مبشّرہ میں سے تھے۔
۴۔ بدری صحابہ میں سے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ: ۱۔ مستجاب الدعوات تھے۔ حضورِ اکرمؐ نے دُعا کی۔
اللّٰھم استجب لسعد اذ دعاك (اصابہ ۲: ۳۳)
(الٰہی سعد جب دُعا کرے اس کی دُعا قبول فرما)
۲۔ فاتح مدائن۔

اس فہرست سے اور ان حضرات کے ان اوصاف سے معلوم ہوا کہ خلیفہ ثانی نے

جو کمیٹی بنائی اس کے ارکان اُس وقت اُمّت کے بہترین آدمی تھے۔ جو علم و عمل، زہد و تقویٰ امانت و دیانت اور عدل و انصاف کے اعتبار سے اعلیٰ ترین مسلمان تھے۔ ہر ایک کے متعلق نبی رحمت ﷺ بہترین رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کمیٹی نے پورے غور و خوض اور جانچ پڑتال کے بعد حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا اور آپ نے خلیفہ سوم کی حیثیت سے بیعت عام لی۔

خلیفہ چہارم حضرت علیؓ

انتخاب :۔ جب عبداللہ بن سبا یہودی کے شاگردوں نے مدینہ پر ہلّہ بول دیا۔ تو اس فتنہ کا انجام خلیفہ سوم کی شہادت پر ہوا۔ باغیوں نے مدینہ پر قبضہ کر لیا اور تین دن تک کوئی خلیفہ مقرر نہ کیا جا سکا۔ تین روز کے بعد اہل مدینہ اور ان باغیوں نے حضرت علیؓ کو خلافت کا منصب سنبھالنے کی درخواست کی۔ آپ انکار کرتے رہے۔ آخر انہوں نے مجبور کر دیا۔ تو آپ نے قبول کر لیا اور آپ کی بیعت عام ہوئی۔

نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۱۵ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں :۔

"خدا کی قسم" نہ تو مجھے خلافت کی کبھی خواہش تھی۔ نہ ولایت کی حاجت۔
لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور یہ بوجھ مجھ پر لاد دیا"

آپ کے اس خطبہ کے الفاظ "خلافت" اور "کبھی" خاص طور پر قابل غور ہیں۔ پھر اس پر "خدا کی قسم" کی تاکید مستزاد ہے۔ جن سے وہ سب گلے شکوے جو ان سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ دُشمنانِ اسلام کے گھڑے ہوئے افسانے ثابت ہوتے ہیں کہ آپ نے چالیس روز تک صدیقِ اکبرؓ کی بیعت نہ کی کوئی کہتا ہے۔ چھ مہینے تک بیعت نہ کی پھر اس کی وجہ بتاتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا حضور اکرمؐ کی قرابت کی وجہ سے خلافت میرا حق تھا۔

اس خطبے کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں ابنِ سبا یہودی کی سازش نے جتنے افسانے گھڑکے تاریخ کا حصہ بنا دیے سب جھوٹے ہیں۔

ان چار حضرات کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کہتے ہیں اور یہ "اسلامی حکومت" کی معیاری اور مثالی صورت ہے۔

ان چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کا مجموعی طور پر جائزہ لینے سے ایسے حقائق سامنے آتے ہیں جن سے "اسلامی حکومت" کے خدوخال کو پہچاننے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

عمومی اصُولِ انتخاب

(۱) چاروں کو اُمّت کے اہل الرائے صحابہ کرامؓ نے خلافت کے لیے چُنا۔

(۲) چاروں کے انتخاب کا اصول ایک ہی ہے۔ صورتیں مختلف ہیں۔ اصول یہ ہے کہ خلیفہ اُسے چُنا جائے جو اس وقت کے معاشرے میں سب سے زیادہ دین کا علم رکھتا ہو۔ اور سب سے زیادہ متقی ہو۔ صورتیں مختلف ہیں کہ خلیفہ اوّل کے انتخاب کا مسئلہ ایک ہی مجلس میں طے ہو گیا۔ مگر طے ان لوگوں نے کیا جن کے اوصاف اور جن کی اہلیت اللہ و رسُولؐ نے خود بیان فرما دی تھی۔

خلیفہ دوم کا انتخاب خلیفہ اوّل نے خود کیا۔

خلیفہ سوم کے انتخاب کے لیے اُمّت کے چھ بہترین افراد کی کمیٹی بنائی گئی۔ جو خلیفہ دوم نے بنائی۔ اس کمیٹی نے انتخاب کیا۔

خلیفہ چہارم کے انتخاب کے وقت دارالخلافہ میں امن و سکون کا فقدان تھا۔ بہرحال اہلِ مدینہ نے جو زیادہ تر صحابہ پر مشتمل تھے ان کا انتخاب کر لیا۔

گو انتخاب کی صورتیں مختلف ہیں مگر ان میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ

(۱) ہر خلیفہ کا انتخاب پہلے اہل الرائے صحابہؓ نے کیا۔ پھر بیعت عامہ ہوئی۔

(۲) ہر خلیفہ کا انتخاب اہلِ مدینہ میں سے اہل الرائے حضرات نے کیا۔
(۳) ہر خلیفہ کے انتخاب کے وقت صرف یہ وصف دیکھا گیا کہ خلیفہ وہ ہو جو اس وقت کے معاشرے میں سب سے زیادہ دین کا علم رکھتا ہو اور سب سے زیادہ متّقی ہو۔ یہ اسلامی حکومت کی رُوح اور یہ ہے اس کا نقشہ۔

فرائضِ خلافت

اب ذرا اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ اسلامی نظامِ خلافت میں خلیفہ کے فرائض اور اس کی پالیسی کیا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسلامی خلیفہ کے فرائض یہ بتائے ہیں۔

الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصّلوۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

اس کا حوالہ اور ترجمہ پہلے گذر چکا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں خلیفہ کے لیے کرنے کے کام یہ ہیں۔

۱۔ **اقامت صلوۃ:۔** یعنی نظامِ نماز قائم کرے اور ایسے حالات پیدا کرے۔ کہ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے احکام کی تعمیل کا کام آسان بھی ہو۔ اس کی ترغیب اور پابندی بھی ہو اور اس کی نگرانی بھی ہو کہ کوئی مسلمان اللہ کی اطاعت سے جی چرانے والا اسلامی حکومت میں نہ مل سکے۔

۲۔ **ایتائے زکوٰۃ:۔** یعنی اسلامی حکومت میں مالیاتی نظام ایثار کے جذبے کی بُنیاد پر قائم کیا جائے۔ زکوٰۃ کی خاصیت یہ ہے کہ دولت کا بہاؤ مالداروں سے ناداروں کی طرف ہوتا ہے۔ جس سے ناداروں کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے اور مالداروں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ اس کے برعکس سُودی نظام کی خاصیت یہ ہے کہ دولت کا

بہاؤ ناداروں کی طرف سے مالداروں کی طرف ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں ناداروں کی تعداد بڑھتی ہے اور مالداروں کی تعداد کم ہو کر دولت چند ہاتھوں میں سمٹ جاتی ہے جس سے معاشرے میں نفرت اور طبقاتی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔

۳۔ **امر بالمعروف**:۔ یعنی زندگی کے ہر شعبے میں۔ اور فرد سے لے کر معاشرے کے ہر طبقے میں صرف ان کاموں کے کرنے کا پرچار کرنے کا اہتمام کیا جائے اور احتساب کیا جائے جو اللہ و رسولؐ کو پسند ہیں۔ کیونکہ معاشرے کے امن اور فلاح کا مدار ان ہی کاموں پہ ہے۔

۴۔ **نہی عن المنکر**:۔ یعنی ایسے کاموں سے روکنے کا اہتمام کیا جائے جو اللہ اور رسولؐ کو پسند نہیں۔ روکنے کا یہ کام ترغیب سے بھی ہو، جبر سے بھی۔ پھر بھی کوئی نہ رکے تو انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اسے جلد از جلد قرار واقعی سزا دی جائے۔ یہ کام اتنا اہم ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے ہر مسلمان پہ اس کی ذمہ داری بقدرِ طاقت ڈالی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده۔ و ان لم یستطع
فبلسانه و ان لم یستطع بقلبه و ذالك اضعف الایمان۔

یعنی تم مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص دیکھے کہ اللہ کی نافرمانی یا اس کی پسند کے خلاف کوئی کام ہو رہا ہے تو اس کا فرض ہے کہ قوت اور طاقت سے برائی کو روکے اور اصلاح کرے۔ اور اگر اس پوزیشن میں نہیں (یہ پوزیشن حکومت اور حاکم کی ہوتی ہے) تو زبان سے روکے اور یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اس برائی کو برائی سمجھے اور یہ حالت کمزور ترین ایمان کی دلیل ہے۔

اس حدیث کی ترغیب سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر مسلمان ہوتے ہوئے برائی کو برائی نہ سمجھے تو وہ ایمان سے خالی ہے۔ مردم شماری کا مسلمان ہوتا رہے۔ اللہ کے

کاغذات میں وہ مسلمان نہیں۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ جو حکومت بُرائی کی اشاعت کرے۔ بُرائی کو تحفظ دے اللہ کے باغیوں کو ایوارڈ دے۔ وہ اسلامی حکومت کہلائے۔

برعکس نام زنگی نہند کافور

مگر ؎

یہ دُنیا ہے یہاں ہر کام چلتا ہے سلیقے سے
یہاں ظالم کو اکثر مہرباں کہنا ہی پڑتا ہے

اب ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین نے اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی اس پالیسی کی روشنی میں اپنی کونسی پالیسی بیان کی ؟۔

خلیفۂ اوّل نے پہلا خطبہ جو دیا اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"خلوت و جلوت میں خدا کا خوف رکھو۔ جو شخص اللہ کی نافرمانی سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے ایسی سبیل اور اس کے رزق کے لیے ایسا ذریعہ پیدا کردیتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ اس کے گناہ معاف کردیتا ہے۔ اور اس کا اجر دوبالا کردیتا ہے" بیشک بندگانِ خدا کی خیرخواہی بہترین تقویٰ ہے۔ تم خدا کی ایک ایسی راہ میں ہو جس میں افراط و تفریط اور ایسی چیزوں کی گنجائش نہیں۔ جس میں دین کا استحکام اور خلافت کی حفاظت مضمر ہے۔ اس کے لیے سستی اور تغافل کو راہ نہ دینا۔ (تاریخ طبری)

خلیفۂ اوّل نے اپنے ایک سپہ سالار کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا :

" رسُول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو اور ان پر بعد استحقاق محض رعایت کے طور پر کسی کو افسر بنادے تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔ اللہ اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا۔ یہاں تک

کہ اُسے جہنّم میں داخل کرے گا۔

(خلفائے راشدین معین الدین ندوی صہ ۵۷ ۔ ۵۶ بحوالہ مسند)

یہ ہدایات اور بیانات آجکل کی جمہوریت کے لیڈروں اور وزیروں کے بیانات کی قسم نہیں۔ بلکہ انہوں نے جو کہا وہ کرکے دکھایا۔ ہمارے سامنے تو وہ لوگ آتے ہیں جن کے متعلق اکبرؔ نے کہا ہے۔ ؎

بظاہر تھا براقِ راہِ عرفاں
چو دم برداشتم لیڈر برآمد

یہ بہروپیئے گندم نما جو فروش ہیں ان کی چرب زبانی سے دھوکا نہ کھاؤ ان کو پہچانو ؎

ان کی باتوں سے تُو نے اُنہیں سمجھا خضر
اُن کے پاؤں کو تو دیکھو کہ کدھر جاتے ہیں

پہلے خطبے میں دو باتیں خلافت کی جان ہیں۔ خوفِ خدا اور بندگانِ خدا کی خیرخواہی۔ ہمارے حکمران اور لیڈران خیر سے ان دونوں مصیبتوں سے بال بال بچے ہوئے ہیں۔

خلیفۂ دوم نے اپنے اختیارات کی جھلک دکھاتے ہوئے مجمع عام میں فرمایا:

"مجھ کو تمہارے مال میں اسی طرح کا حق ہے جس طرح یتیم کے مال میں اس کے مربّی کا ہوتا ہے۔ اگر مَیں دولت مند ہوں تو کچھ نہ لوں گا۔ اگر صاحبِ حاجت ہوں گا تو اندازے سے کھانے کیلئے لُوں گا۔"

صاحبو! میرے اُوپر تمہارے متعدد حقوق ہیں جن کا تم کو مجھ سے مواخذہ کرنا چاہیئے۔ ایک یہ کہ ملک کا خراج اور مالِ غنیمت بیجا طور سے نہ جمع کیا جائے۔

ایک یہ کہ میرے ہاتھ سے بیجا طور پر صرف نہ ہو۔

ایک یہ کہ تمہارے روزینے بڑھاؤں۔

ایک یہ کہ تمہاری سرحدوں کو محفوظ رکھوں۔
ایک یہ کہ تمہیں خطروں میں نہ ڈالوں۔

(طبری ص۲۵۷)

اس روشنی میں ذرا اپنی جمہوریت کے لچھن دیکھیں۔ پہلی مثالی جمہوریت نے سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے آدھا ملک کاٹ کے پھینک دیا اور یہ کہتے ہوئے احسان بھی دھر دیا کہ اُدھر تم اِدھر ہم۔ اور دوسری مثالی جمہوریت جو کچھ کر رہی ہے سب کے سامنے ہے۔ اس جمہوریت کی برکات کو دیکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے۔

"بخشو بی بلی چوہا لنڈورا ہی بھلا"

چند مہینوں میں پوری قوم کو جوئے باز بنا دیا اور پورے ملک کو کنجر خانہ بناکے رکھ دیا۔

آدمی آنکھیں کھول کے دیکھے تو جمہوریت اور خلافت میں فرق صاف نظر آجاتا ہے۔ مگر دیکھے کون۔

اس جمہوریت سے چھٹکارا حاصل ہونا ممکن نظر نہیں آتا۔ لیکن اس سے بھی شریفانہ طور پر کام لینے کی ایک صورت ہے۔ مثلاً

(۱) انتخابات میں امیدوار کے لیے لازمی قرار دیا جائے کہ مناسب دنیوی تعلیم کے علاوہ

(ا) دین کا معتد بہ علم رکھتا ہو۔
(ب) فرائض کا پابند ہو۔
(ج) متقی ہو۔
(د) امین اور عادل ہو۔
(ر) سچا ہو۔
(س) اس کے متعلق کسی گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی کوئی مثال موجود نہ ہو

(۲) ووٹر کے لیے لازمی ہو کہ

(ا) دین کا اِتنا علم رکھتا ہو کہ حلال و حرام سے بخوبی واقف ہو۔
(ب) فرائض کا پابند ہو۔
(ج) امین اور سچا ہو۔
(د) حرام ذریعے سے روزی نہ کماتا ہو۔ کیونکہ رزقِ حرام کی یہ خاصیت ہے کہ آدمی کا نیکی کی طرف میلان ہونے ہی نہیں دیتا۔

تجویز اچھی سہی لیکن سوال یہ ہے کہ یہ جرأت کون کرے۔ جن کو یہ کام کرنا ہے۔ ان میں صرف ایک وصف پایا جاتا ہے کہ وہ ایسے گھروں میں پیدا ہوئے جن میں رہنے والوں کے نام مسلمانوں جیسے ہیں اور بس۔ بلکہ اب تو یہ تکلّف بھی اُٹھ گیا ہے۔ نام بھی مخلوط ہو گئے ہیں جیسے محمد پرویز یا غلام احمد پرویز۔ بھلا کوئی سوچے کہ محمّد اور پرویز میں کیا جوڑ ہے۔

اور جن لوگوں نے یہ کام کرانا ہے وہ ہیں عوام، ان کی دینی حمیّت اور غیرت کا حال یہ ہے۔ کہ ہر انتخاب میں ایسے لوگوں کو چُنتے ہیں جن کو ان کے اپنے بھائی جرائم پیشہ کہتے ہیں۔

موجودہ ۲۳۷ کے ایوان میں ۳۷ آدمی بھی مشکل سے ملیں گے جنہوں نے اپنے آپ پر اور اپنے گھر میں شریعت نافذ کر رکھی ہو۔

حکومت اور انتظامیہ کی ہر کلیدی اسامی پر وہ گروہ قابض ہے۔ جو ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ خلافتِ راشدہ کا نظامِ حکومت پھر سے قائم ہو سکے۔

اب جب کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوُا ہو۔ بھٹی شراب کی ہو۔ تو اس سے آبِ زم زم کیونکر نکلے۔ اور موجُودہ جمہوریّت سے نفاذِ شریعت کی توقع اُس سے چنداں مختلف نہ ہو گی۔ خواہ کتنے ہی پاپڑ بیلے جائیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہ تجربہ اب تک ناکام ہو رہا ہے۔ اور تاحشر اس سے مختلف نہ ہو گا۔ کیونکہ اِس حکومت کے

چلانے والے وڈیرے اور بڑے زمیندار اور کارخانہ دار سوائے معدودے چند
حلاوتِ ایمان سے خالی ہیں۔

اس لیے جب تک صحیح تعلیم و تربیت اور توحید پہ ایمان اور رسالت
پر مکمّل اعتماد پر کام نہ ہوگا۔ یہ بیل مونڈھے نہیں چڑھے گی۔

صالح اور موزوں افراد

صالح افراد کے حصول کے لیے آسان قانون فطرت کا راستہ ہے۔ جس طرح سبزی یا پھلوں کے لیے آدمی ایسے علاقے کی طرف رُخ کرتا ہے جہاں باغات کی بہتات ہو۔ اور پھر وہاں بھی وُہ مزید ایسے علاقے کا انتخاب کرے گا جہاں مطلوبہ اقسام حاصل ہو سکیں ۔ اسی طرح صالح افراد کی تلاش کے لیے بھی انسانوں کے سمندر میں ہمیں ایسے طبقات کی طرف رُخ کرنا پڑے گا جہاں صالح افراد کا زیادہ سے زیادہ امکان ہو ۔

ایک بات کا خیال رہے کہ "صالح اور موزوں" دو الگ صورتیں ہیں ۔ صرف موزوں افراد بھی اپنی جگہ اگر مخلص ہوں تو کسی سسٹم یا ادارے کو بخوبی انداز میں چلا سکتے ہیں خصوصاً تکنیکی میدانوں میں جیسے فوج بینک صنعت تعلیم وغیرہ چل رہے ہیں ۔ ان کے مخصوص تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل افراد میں سے تجربہ کار اور موزوں افراد چُنے جا سکتے ہیں ۔ عام محکموں میں معیاری امتحانات CSP اور SSB وغیرہ کے ذریعے موزوں افراد کا حصول عام بات ہے اس طرح سے دُنیا میں بڑے بڑے ادارے حکومتیں عالمی بینک وغیرہ چل رہے ہیں ۔

ہمارا تعلق اسلام سے ہے اس لیے ہمارا مسئلہ محض "موزوں افراد" نہیں بلکہ موزوں اور صالح افراد کا حصول ہے ۔ یعنی ماہرین میں سے موزوں اور اس کے علاوہ صالح گویا صالح ماہرین کا حصول ہے ۔ محض صالح اور سادہ مسلمان بھی ناکافی ہے اور غیر صالح موزوں افراد بھی ٹھیک نہیں ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک نیک مخلص اور مخلص مسلمان بہرحال کسی بھی ڈاکٹر کا یا کسی انجینئر کا بدل نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح جہاں ماہرین کی جگہ سادہ صالح فرد ناکافی ہے وہاں موزوں مگر غیر صالح فرد بھی اگر بگڑ جائے تو مارِ آستین ثابت ہو سکتا ہے ۔ مثلاً اگر موزوں مگر غیر صالح جنرل بک جائے تو قوموں کو بھی لے ڈوبتا ہے ۔ مُسلمانوں کو میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں کو نہیں بھولنا چاہیے جن کی غداریوں کی سزا مسلمانوں کے لیے صدیوں کی

غلامی بن گئی اور ہم آج تک بھگت رہے ہیں پس جہاں موزوں افراد کا ہونا ضروری ہے وہاں صالح ہونا بھی بہت ضروری ہے چونکہ معاملہ حکومتی انتظامیہ کے چناؤ کا ہے اس لیے اس میں ذرا سی بھی سستی یا بے حسّی "قوم سے خیانت" ہی تصوّر ہوگی۔ کیونکہ اس کے نتائج بہرحال پوری قوم کو نبھانے پڑتے ہیں۔ اس چناؤ کی غلطی کا خمیازہ آزادی سے ہاتھ دھونا بھی ہو سکتا ہے۔ افراد کی غلطی چاہے کتنی بڑی ہو اتنی نقصان دہ نہیں لیکن اقوام کی محض سستی یا بے حسّی بھی قدرت معاف نہیں کرتی اور تباہیاں مقدر بن جاتی ہیں

موجودہ حکومت بھی سیاسی علماء کی بے حسّی اور انتشار کی مرہون منت ہے کہ مسلمانوں پر مسلّط ہے۔

اس لیے اس معاملے میں کسی بھی کوتاہی کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

صالح افراد کے لیے انسانی طبقات کا معیشت اور معاشرت کی نسبت سے تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ تاریخ عالم پر نظر دوڑائیں۔ تاریخی شخصیتوں کے ماضی پر نظر ڈالیں آپ کو ایک کثیر تعداد کا تعلق متوسط طبقہ سے ملے گا۔ ہر قوم کے متحرک اور محنتی طبقہ یعنی مڈل کلاس سے۔ تاریخ اسلام کو لیں۔ مغرب کے افراد کو دیکھیں یا چین چلے جائیں ہر جگہ درمیانے طبقہ سے لوگ تجربات اور محنت سے کندن بنے اور تاریخ عالم پر اپنے نشان ثبت کر گئے آج بھی ہر ملک کی صنعت و حرفت زراعت میں ریڑھ کی ہڈی مڈل کلاس ہی ہے ذہین اور محنتی افراد جو اس طبقہ میں ہوتے ہیں محنت اور تجربات سے نکھرتے ہیں اور ستاروں کی مانند چمک اُٹھتے ہیں۔ غرباء تو اکثر حصولِ رزق کے وسائل میں ہی اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔ امرا پر فراوانی وسائل غفلت اور سستی مسلّط کر دیتی ہے۔ امیر والدین کے بچے کم ہی ایسے ہوتے ہیں جو نام پیدا کر سکیں۔ مختصراً درمیانے طبقہ میں ہی اوسط تعداد اعلیٰ اور موزوں افراد کی زیادہ ہوتی ہے۔ اس طبقہ میں POTENTIAL OF WORK بہت زیادہ ہوتا ہے۔

صالح اور موزوں افراد کے حصول سے پہلے موزوں افراد کی بڑی کھیپ حاصل کرنا پڑے گی اس کے بعد ان میں سے صالح ماہرین کو چھانٹنا آسان ہوگا۔ موزوں افراد کے اندر تجزیہ کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ماہرین کے اندر بھی درجہ بندیاں ہیں۔ کسی بھی فن کو یا مضمون کو لیں۔ یہ فرق موجود ہوگا۔ محض رٹہ لگا کر پاس کرنے والے انجینئر یا ڈاکٹر حقیقی ماہر نہیں ہوتے بلکہ تمام پاس کرنے والوں میں بھی کوئی کوئی اصلاً ماہر ہوتا ہے ایک قسم نیم حکیم کی بھی ہے پاس کرنے والوں میں جو کچھ رُشد اور کچھ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ ایک پروفیسر صاحب نے خوب کہا ہے کہ ہم اپنے انجینئرز کو ڈگری دیتے وقت نصیحت کرتے ہیں کہ اب آپ لوگ فیلڈ میں جائیں گے عملاً کام کریں گے اگر آپ نے محنت شوق اور دلچسپی سے کام کیا تو جو علم آپ نے یہاں حاصل کیا اس کی مدد سے آپ یقیناً اچھے انجینئر بن جائینگے۔

ڈگری یافتہ افراد میں ان درجہ بندیوں کے علاوہ ذاتی ذہانت و تجربات اور دلچسپی اور ڈگریاں مزید نکھار ضرور پیدا کرتی ہیں۔ اور ان میں سب سے مفید وہ ہیں جو خلوص اور لگن سے محبت سے فن اپناتے ہیں۔

ادھر ہی صالح اور غیر صالح کا فرق آکر واضح ہوتا ہے چاہے یہ لوگ ٹاپ کرنے والے ہوں یا نہ ہوں۔

یہ ماہرین زندگی کے ساتھ ساتھ انتظامی بصیرت اور مجموعی انداز کی سوچ حاصل کرتے ہیں تو سرپرست بنائے جاتے ہیں۔ ان افراد کا غیر صالح ہونا نسلوں کو تباہی کی طرف لے جا سکتا ہے۔ جیسے ہمارے اہم اداروں میں مرتد اور بُرے لوگ چھائے ہوئے ہیں اور کسی بھی مثبت پیش رفت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اس لیے ہر ہر فن میں صالح ماہرین کا ہونا بیحد ضروری ہے صالح ماہرین کے حصول کے لیے ماہرین کی درجہ بندی کو مدّ نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

حکومتی انتظامیہ کے افراد کے چناؤ کے لیے بنیادی اکائی "ووٹر" کو درجہ بندی میں

رکھنا بہت ضروری ہے ۔ ان درجہ بندیوں میں افراد کو پرکھنے کے لیے میدان عمل خدمت خلق ہے ۔ جس کا تعلق معیشت معاشرت انتظامیہ اور مذہب سب سے ہے اس کی ابتدا بھی درمیانہ طبقہ سے کرنا ضروری ہے ۔ نوجوانوں وڈیروں کو تکلیف دینا (منت کرنا) ضروری نہیں یہ قانون قدرت ہے جو کام کسی معاشرے میں ضروری ہو جاتے ہیں ۔ جیسے ظلم کی روک ، رشوت کی روک وغیرہ ۔ اگر حکومت بے حس رہے تو عوام میں یہ چیز یا ضرورت کے تحت خودبخود وجود میں آجاتی ہیں ویلفیئر سوسائٹیاں ۔ امدادِ باہمی دینی مدارس وغیرہ اس کی بڑی مثال چین میں کمیون ازم ہے ۔ اگر اس کو منظم انداز میں کیا جائے تو اس کے ثمرات کئی گنا بڑھ جائیں گے ۔ معاشرتی اصلاح کے ساتھ ظلم اور بے چارگی کا خاتمہ کیا جا سکے گا ۔ اور اس سے موزوں صالح افرادی قوت میں حاصل ہو سکے گی ۔ پس خودبخود بننے والی ویلفیئر کمیٹیوں کے بجائے اس کا منظم ملک گیر جال بنایا جائے محلہ کی ذیلی اصلاحی کمیٹیوں کے ساتھ علاقائی اور ضلعی ویلفیئر ادارے منظم کرنا جن کو حکومتی سرپرستی حاصل ہو ۔ اس درجہ بدرجہ جال سے بھرپور اصلاح عامہ بھی ہو گی ۔ عوام منظم اور باشعور ہو گی ۔ اور اس ملک گیر جال میں باہم خدمت اور خیر کی دوڑ میں مخلص اور صالح افراد اور موزوں افراد کا حصول آسان ہو جائے گا ۔ بالکل ایسے جیسے کسی محکمہ میں ایک درجہ کے افسران میں مخلص قابل اور محنتی افسر کا خودبخود کام کرنے سے پتہ لگ جاتا ہے نعرے اور وعدے نہیں چلتے ۔ کردار اور عمل بولتا ہے اس ملک گیر ویلفیئر تنظیمی ڈھانچے میں درجہ بدرجہ ترقیاں خدمت اور فہم و بصیرت کی بنا پر کی جائیں ۔ اعلیٰ افراد کی کریم حاصل کرنا ممکن ہو جائے گا ۔ ابتدا میں ووٹر اور ممبران کا معیار محض سادہ خدمتِ خلق ہو ۔ جو امراء اور متعصب افراد کو چھانٹنے میں مدد دے گا ۔ کیونکہ یہاں مقامی افراد کے کام کرنا پڑیں گے ۔ جو نااہل ہو گا اس کی چھان بین خودبخود ہو جائے گی کیونکہ دائرہ کار محض ایک محلہ ہو گا اس لیے کسی ممبر کا کسی بھی وقت نااہلی کی بناء پر بدلنا قومی مسئلہ کے بجائے محلّہ کا مسئلہ ہو گا ۔ اور

یہ کل نظام کو ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ محدود دائرے میں دھاندلی کا امکان بھی بہت کم ہوگا۔ محلہ سے علاقہ اور ضلع کی کمیٹیاں تشکیل دی جائیں جن کا کام خدمتِ خلق سے بتدریج انتظامی معاونت تحفظات۔ فنڈز۔ امداد عاملہ۔ محکماتی مسائل رشوت سفارش کا تدارک میں بڑھتا جائے گا۔ ہر درجہ میں دس بارہ ممبران کمیٹی ہاکی ٹیم کی طرح اپنا ایک کیپٹن بنائے جو اگلے درجہ میں ممبر ہوگا جبکہ اپنے علاقہ میں سرپرست یا کیپٹن ہوگا۔ اس تنظیم میں SELF REFORMATION ہر وقت جاری رہے گی۔ جیسے جسم کے خراب یا مُردہ خلیے خودبخود نیچے سے زندہ خلیوں سے REPLACE ہوجاتے ہیں۔ اور مجموعی نظام پر اثر نہیں پڑتا۔ اس درجہ بندی سے ADMINSTRATOR اور اہل بصیرت خُودبخود اُوپر آتے جائیں گے اور ضلعی سطح کے بعد یہ لوگ اگلا درجہ اسمبلی ممبران بنا دیں گے۔ یہ ممبران تجربہ کار اور خاص بصیرت والے ہوں گے اور ہر فرد کا ووٹ ہوگا۔ پارٹی کا پابند مجبور ووٹ نہیں ہوگا۔ آزاد ووٹ ہوگا اس کی آسان شکل بلدیاتی نظام کے کونسلر اور چیئرمین کے درجات کو دو کے بجائے چار میں تقسیم کرکے اسمبلی ممبر کے نیچے سیٹ کرنا ہے۔ اور میدان عمل خدمت خلق سے ایک حلقہ سے ایک ممبر کے بجائے ممبران کا ایک جال ہوگا۔ ایک ممبر پر دو لاکھ افراد کی نمائندگی کا بوجھ نہیں ہوگا اور عوام کو آسان APPROACH میں معاون ممبر مل سکے گا۔ بہرحال یہ مکمل نظام ترتیب دیا گیا۔ مختصراً یہ کہ حکومتی انتظامیہ کے چناؤ کے لیے بنیادی اکائی (گلی ممبر) ہے یہ اکائی موزوں اور صالح ہوگی تو ان سے آگے کسی بھی صورت میں اعلےٰ افراد کا حصول ممکن ہے اگر یہ ہی جاہل اور گنوار ہو تو پھر حاصل افرادی قوت وُہ لوگ ہوں گے جو سادہ افراد کو سبز باغ دکھا کر جیت سکتے ہیں کھرے لوگ نہیں ہوں گے۔

ایک عام ووٹر کی یہ اہلیت نہیں کہ وُہ وزیر دفاع اور وزیر خارجہ کے درمیان فرق کر سکے اور ووٹ ڈالے۔ ہاں وُہ اپنے زندگی کے دائرے میں اچھے معاون مخلص کارکن کی ضرور پرکھ کرکے بتا سکتا ہے۔ مزدُور اچھے مزدُور کا بتا سکتا ہے۔ کسان اچھے کسان کو اور

مستری اچھے مستری کو پرکھ سکتا ہے۔ لیکن وزیر یا خلیفہ کے بارے میں رائے نہیں دے سکتا
چترال والے ایرانی ڈانسر کے کردار کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ اس لیے درجہ بندی
میں درجہ بدرجہ فن و فہم و بصیرت اور خدمتِ خلق سے اچھا کارکن ڈھونڈنا آسان ہے اور
اور ہر درجہ سے قابل ترین کا پہچاننا ممکن ہے اس میدان خدمت خلق میں مذہبی تفریق
اور انتشار۔ برادری اور دولت مؤثر عنصر نہیں بن سکتے کیونکہ احتساب ہر ہر لمحہ میں ممکن
ہے اور نا اہل کی چھانٹی آسان ہے ۵ سالہ نکاح نہیں ہے مغربی ممبر کی طرح۔ چاہے
پوری قوم کو بیچ دے۔ دیگر معیارات ووٹر کے لیے متعین کرنا بھی کافی نہیں ہے برطانیہ
میں گریجوایٹ کو ووٹر ہونے کا رتبہ دیا گیا لیکن یہ طریقہ ناکام رہا۔ خدمتِ خلق کا معیار
کہیں زیادہ مفید معیار ہے۔ جو رٹہ والے اور نیم حکیم ماہرین کی پرکھ بتا سکتا ہے۔ ابتدائی
درجہ میں ماہرین میں صاحب الرائے اپنے فن کی نسبت سے اہم ہوگا۔ مگر سیاست میں
صاحب الرائے کا معیشت معاشرت مذہب کے بارے میں قومی سطح کی فہم و بصیرت کا
حامل ہونا کم از کم ضروری ہے۔ یہاں فنی ماہرین ذیلی درجات میں چلے جاتے ہیں کلی بصیرت
والے انتظامی بصیرت والے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ جو کہ درجہ بالا نظام چناؤ میں خود
بخود بتدریج حاصل ہو سکتے ہیں۔